ابن عربی کے تصورِ انسان کامل کے مظاہر

Manifestations of Ibn Arabi's Concept of Perfect Man

ڈاکٹر سائرہ طیبہ [i] سید عدیل شاہ [ii] ڈاکٹر ضیاء الرحمان [iii]

Abstract

Ibn Arabi has a very high position in Islamic mysticism and that is why he is named “Sheikh Ibn Arabi”. He has clarified the concept of perfect man in his two books "Fatuhat Mekia" and "Fusus Al-Hakam". According to him, man is generally perfect. In this regard he uses the word "Adam" in his books but by this he does not mean only Adam (peace be upon him) but he uses this word in the general sense for all human beings. Man can attain the degree of perfection through his spiritual practice. However, regarding the spiritual perfection of man and woman, Ibn Arabi states that the degree of perfection of woman is less than that of man because God created woman as a part of man. Ibn Arabi also believes that the perfection of the Prophets (peace be upon them) besides the common people is also noteworthy and the perfection of the Prophets is more than the standard and position of the perfection of the common people. Hazrat Muhammad holds the highest standard of perfection and integrity. Ibn Arabi states that there are two types of prophecy. One of them is general prophecy while the other is called legislative prophecy. He also tries to establish a link between the general prophets and the saints of Allah in the ummah of the Holy Prophet. Has come into existence.

Keywords: Ibn e Arabi, Perfect Man, Prophets, Human Status, Islam, Mysticism

یہ سوال کہ انسانِ کامل کون ہے؟ یا پھر یہ کہ کامل انسان کون ہیں؟ اس سوال کا جواب جب ابن عربی کی تحریروں میں تلاش کیا جائے تو اس کے تین ممکنہ جواب ملتے ہیں۔

(1) تمام انسان عمومی طور پر کامل ہے

(2) انبیاء اور اولیاء اللہ کی شخصیتوں میں کاملیت ہے۔

(3) صرف محمد رسول اللہ ﷺ کامل انسان ہیں۔ اس مقالہ میں ان تینوں نظریات پر بحث کی گئی ہے۔

i ریسرچ ایسوسی ایٹ، اسلامک ریسرچ سنٹر، بہاء الدین زکریا یونیورسٹی، ملتان

ii پی ایچ ڈی سکالر، ڈیپارٹمنٹ آف سٹڈیز، الحمد اسلامک یونیورسٹی، اسلام آباد

iii لیکچرر، ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک سٹڈیز، شہید بے نظیر بھٹو یونیورسٹی، شرینگل، دیر اپر

ابن عربی نے اپنی کتاب "فصوص الحکم" کے ابتدائی باب میں اس موضوع پر حضرت آدم علیہ السلام کے ضمن میں گفتگو کی ہے۔ اپنی پوری کتاب میں انھوں نے سات مقامات پر "الانسان الکامل" کی اصطلاح استعمال کی ہے۔ ان میں سے تین مقامات حضرت آدم علیہ السلام سے متعلقہ مباحث میں ہیں جب کہ چوتھے مقامات پر بھی ابن عربی نے یہ اصطلاح حضرت آدم علیہ السلام سے متعلق ہی پیش کی ہے[1]۔ فتوحات مکیہ کے باب نمبر 198 میں بھی ابن عربی فرماتے ہیں:

"آدم علیہ السلام انسان کامل ہیں۔ آپ علیہ السلام وہ ملخص شخصیت ہیں جن میں کائنات کے تمام حقائق کا ازلی وابدی مظہر ملتا ہے[2]۔"

ابن عربی کے اس بیان سے ہم یہ نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں کہ ان کے مطابق آدم علیہ السلام قدیم عہد کے کامل انسان تھے۔

پہلا مؤقف: عمومی کاملیت کا تصور

اسلامی ادب کا مطالعہ کرنے والوں سے یہ حقیقت پوشیدہ نہیں ہے کہ ایک طرف آدم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں تو دوسری جانب وہ کل بنی نوع انسان کے جد امجد بھی ہیں۔ اسی لیے آدم علیہ السلام کو ابوالبشر بھی کہا جاتا ہے[3]۔ اس لیے جب ابن عربی آدم علیہ السلام کا ذکر کرتے ہیں تو اس پہلو کا واضح احتمال موجود ہے کہ ان کے مطابق آدم سے مراد تمام انسانیت ہے کیونکہ ابن عربی خود لکھتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کو ایک جسم کی صورت میں وجود عطا فرمایا ہے اور آدم کو اس وجود کی روح بنایا ہے۔ آدم سے میری مراد انسانی دنیا کا وجود (عالم الانسان) ہے[4]۔"

آدم کو انسانیت کے معانی میں استعمال کر کے ابن عربی یہ پہلو سامنے لانے کی کوشش کرتے ہیں کہ صرف آدم علیہ السلام کی شخصیت ہی کامل انسان نہیں ہے بلکہ ہر انسان اپنی جگہ پر کامل ہے[5]۔ ابن عربی کے شارحین نے اس تاویل کو قبول کیا ہے۔

ابن عربی کے مطابق حضرت آدم علیہ السلام کو عالمِ صغیر کا مختار بنایا گیا تھا اس لیے یہاں تمام تر انسان آدم علیہ السلام کی نسبت سے کائنات میں خدا کے خلیفہ ہیں۔ القاشانی نے اس بارے میں مزید کھل کر بات کی ہے۔ فصوص کے پہلے باب میں آدم علیہ السلام کے مباحث کی تشریح میں انھوں نے ابن عربی کی "نقش الفصوص" کی عبارات نقل کرتے ہوئے واضح کیا ہے:

"یہ قیمتی موتی (فص-یعنی یہ باب) انسانیت (نوع الانسان) اور اس کے حقائق کے بارے میں گفتگو کرتا ہے اور اس کو آدم سے موسوم کرتا ہے۔ اسی طرح نقش الفصوص میں بھی ابن عربی نے لکھا ہے کہ آدم سے میری مراد دنیا میں انسان کا وجود ہے۔ دنیا ایک خزانے کی مانند ہے اور انسان اس کا گوہرِ نایاب ہے۔ وہ تمام انسان جو خدا اور اس کی کاملیت کو جانتے ہیں ان سب کے دل قیمتی موتی ہیں[6]۔"

دریں اثناء القیصری نے بھی اپنے مقدمہ کے پانچویں باب میں "پانچ ہستیوں" سے متعلق بحث کی ہے۔ انھوں نے اسی بحث کے تناظر میں اس سوال کا جواب دینے کی کوشش کی ہے کہ آیا انسانِ کامل کس طرح تمام موجودات کا مرقع ہے؟ وہ لکھتے ہیں:

"دنیا میں موجود تمام افراد میں سے ہر فرد ایک روحانی نام کی علامت ہے۔اسی طرح کائنات میں موجود ہر فرد اپنی جگہ ایک الگ جہاں ہے جس کے ذریعے تمام روحانی ناموں کو معلوم کیا جاتا ہے[7]۔"

عورت کی کاملیت

چونکہ ابن عربی کی تحریروں میں مستعمل لفظ "آدم" کو کل انسانیت پر منطبق کرنے کی لغوی اور لسانی بنیاد مل جاتی ہے۔لہٰذا ان کے مطابق انسان اپنی سطح پر کاملیت کی حالت میں ہے۔مزید برآں، اگر یہ کامل انسان کی شناخت کی صحیح تشریح ہے، تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ مرد اور عورت دونوں پر لاگو ہوتی ہے۔یہ معروف ہے کہ ابن عربی کے اساتذہ اور شاگردوں میں خواتین موجود تھیں[8]۔فتوحات مکیہ کے باب 324 میں انھوں نے صراحتاً لکھا ہے :

"کچھ حالتوں میں مرد اور عورتیں یکساں ہیں اور یہ یکسانیت تمام مراتب میں ہے۔ان مراتب میں قطبیت کے درجات بھی شامل ہیں[9]۔"

اسی طرح ابدال کی تعداد کی بحث میں بھی انھوں نے قطبیت کا ذکر کیا ہے اور بتایا ہے کہ جب کوئی قطب فوت ہو جائے تو اس کی جگہ نیا قطب لے لیتا ہے[10]۔اسی تصنیف میں وہ لکھتے ہیں:

"ان میں سے ایک سے پوچھا گیا کہ کتنے نعم البدل قطب موجود ہیں؟اس نے جواب دیا کہ "چالیس روحیں"۔اسے سے پوچھا گیا کہ تم نے "چالیس"، مرد کیوں نہیں کہا؟جواب ملا کہ "کیونکہ ان میں خواتین بھی ہو سکتی ہیں[11]۔"

فتوحات مکیہ کے باب 64 کی ابتداء میں ابن عربی لکھتے ہیں:

"عورت بھی عزت واحترام میں مرد کے برابر کاملیت کا درجہ حاصل کر سکتی ہے۔اسی طرح مرد بھی اپنی بداعمالی کی بنا پر اپنے درجہِ کاملیت سے گر کر کم درجے کی عورت کے برابر آ سکتا ہے[12]۔فصوص میں نبی اکرم ﷺ کے بارے میں باب میں آخری مثال کے ضمن میں لکھتے ہیں کہ مرد میں حقیقتِ کبریٰ کا شہود عورت کی نسبت زیادہ ہوتا ہے[13]۔"

ابن عربی کے مطابق معاصر نظریہ مساواتِ مرد و زن درست نہیں ہے کیونکہ وہ مرد کو روحانی اعتبار سے عورت سے زیادہ فعال قرار دیتے ہیں۔یہاں وہ بائبل[14] سے متفق نظر آتے ہیں کیونکہ ان کے مطابق خواتین محل تکوین ہیں کیونکہ حوا کو اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی پسلی سے پیدا فرمایا تھا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت مرد کا جزو ہے[15]۔

ابن عربی نے اس تصور کو نبی ﷺ سے متعلق فصوص کے باب میں ذکر کیا ہے اور القاشانی نے اس کی مزید وضاحت کی ہے۔انھوں نے حدیث ذکر کی ہے جس کے مطابق نبی اکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں جو تین چیزیں زیادہ عزیز تھیں ان میں سے ایک خواتین ہیں۔القاشانی لکھتے ہیں :

"عورت صورت النفس جب کہ مرد روح النفس ہے۔صورت النفس کی خاصیت یہ ہے کہ وہ روح النفس کا ایک جزو ہوتی ہے۔اس لیے جب اس کے مرتبے کا تعین کیا جائے تب وہ روح النفس کے ذیل میں آتی ہے۔اس لیے حقیقت میں آدم ایک ہی ہے اور عورت اس کا جزو اور ذیل ہے۔وہ مرد کا ہی ایک حصہ ہے۔ہر جزو اپنے اصل کی طرف دلالت کرتا ہے۔اس لیے عورت

مرد کی رہنما اور مرد عورت کا رہنما ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔ اس لیے رہنما اس سے پہلے آتا ہے جس کی رہنمائی کی جائے اس لیے (زیر بحث حدیث میں) خواتین پہلے آتی ہیں[16]۔"

اسی طرح فتوحات کے باب 64 میں ابن عربی اپنے قاری کو سمجھاتے ہیں :

"مردوں اور عورتوں کے لیے عبادات کے احکامات یکساں یا مختلف ہو سکتے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود عام عقل کے حامل مرد کو بھی عورت پر تفوق حاصل ہوتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ عورت کے وجود میں آنے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ کی جانب سے عقل سے نوازا گیا تھا[17]۔"

اسی طرح باب نمبر 324 میں وہ وضاحت کرتے ہیں:

"عقل میں خواتین مردون سے کم ہیں۔ ان کی استعداد مردوں کی استعداد سے کم ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ مردوں کا حصہ ہیں اس لیے مذہب میں خواتین کو مردوں سے کم تر ذکر کیا جانا چاہیے[18]۔"

ملحوظ رہے کہ یہاں مادہ "نقص" بار بار ذکر کیا گیا ہے جو "کمل" کی ضد ہے اور اس سے مراد کاملیت ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ابن عربی اور ان کے شارحین نے مردوں اور عورتوں کو الگ الگ مقام و مرتبہ دیا ہے۔ ان کے مطابق مذہبی امور کے فرقِ مراتب میں مرد اور عورت کا الگ الگ درجہ ہے نیز ان کی ذہنی صلاحیت بھی مختلف ہے۔ تاہم اس کا یہ مطلب ہر گز نہیں کہ خواتین قطب یا کامل انسان کے درجے کو پہنچنے سے قاصر ہیں[19]۔

کاملیت میں فرقِ مراتب کا تصور

ابن عربی کے مطابق آدم کا اطلاق تمام انسانیت پر ہوتا ہے نیز بدیہی طور پر معلوم ہوتا ہے کہ ان کے مطابق تمام انسان ہی کاملیت کے منصب پر فائز ہے لیکن حقیقت میں یہاں بھی درجہ بندی ہے۔ شہاب احمد لکھتے ہیں کہ ابن عربی کے مطابق:

"مکمل طور پر کامل انسان انتہائی قلیل ہیں۔ تمام انسان اس قابل ہیں کہ وہ کامل ترین بن سکیں[20]۔"

اس نکتہ کو سمجھنے کے لیے ابن عربی کے متصوفانہ نظام میں مروج استعداد اور قابلیت کے تصور کو سمجھنا لازم ہے۔ یہ تصورات اس خیال کی نشاندہی کرتے ہیں کہ ہر فرد کے وجود میں خدائی ناموں اور صفات کے اظہار کے مقام کے طور پر کام کرنے کی ایک خاص صلاحیت ہے[21]۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن عربی کے ہاں استعداد کے اعتبار سے انسانوں میں مختلف گروہ ہیں۔ فتوحات کے باب 57 میں انھوں نے لکھا ہے:

"قرآن مجید میں ہے کہ "كُلًّا نُمِدُّ هَؤُلَاءِ وَهَؤُلَاءِ مِنْ عَطَاءِ رَبِّكَ وَمَا كَانَ عَطَاءُ رَبِّكَ مَحْظُورًا[22]"یعنی "ہم ہر ایک کی مدد کرتے ہیں، ان کی اور ان کی بھی، تیرے رب کی بخشش سے اور تیرے رب کی بخشش کبھی بند کی ہوئی نہیں" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلسل عنایتیں فرماتا ہے اور ہر کوئی اپنی استعداد کے مطابق اس کی عنایات سے

مستفید ہوتا ہے۔ یہ اسی طرح ہے کہ ہم کہتے ہیں کہ سورج کی روشنی تمام موجودات تک پہنچتی ہے اور یہ کسی کو بھی محروم نہیں کرتی ہے۔ مخلوقات اپنی اپنی استعداد کے مطابق اس کی روشنی سے استفادہ کرتی ہیں[23]۔"

انسانِ کامل اور انسانِ حیوان کا فرق

بعض اشخاص خدا کے روحانی مظاہر کو دوسروں سے زیادہ بہتر انداز میں دیکھتے اور محسوس کرتے ہیں اور وہی افراد کاملیت کے اعلیٰ درجات پر فائز ہوتے ہیں[24]۔ اپنی تحریروں میں مختلف مقامات پر ابن عربی نے انسانِ کامل اور انسانِ حیوان کے درمیان فرق کی وضاحت بھی کی ہے[25]۔ ان کے مطابق انسان کامل ایک ایسا وجود ہے جو مختلف کائناتی خواص کا مرکب و مرقع ہے۔ اس میں مادی اور روحانی خواص مجتمع ہو جاتے ہیں۔ جب کہ حیوانی وجود والے انسان میں صرف انسانی تخلیق کے پہلو پائے جاتے ہیں۔ فتوحات میں ابن عربی لکھتے ہیں :

"حیوانی انسان (ابن عربی اس کو الانسان الحیوان لکھتے ہیں) انسانِ کامل کا خلیفہ ہے۔ وہ ظاہری شکل ہے جس کے ذریعے دنیا کی حقیقتوں کی ترکیب ہوئی، جب کہ انسان کامل وہ ہے جس نے اپنی ترکیب میں دنیا کے تما حقائق کی حقیقتوں کو شامل کرلیا ہے۔ اسی کے ذریعے خدا کی خلافت وقوع پذیر ہوئی ہے[26]۔"

چنانچہ یہ سمجھنا مشکل نہیں ہے کہ انسان کامل اور انسانِ حیوان کے درمیان امتیاز کافی حد تک واضح ہے۔ اسی تصور کو ابن عربی فتوحات کے دوسرے مقام پر یوں پیش کرتے ہیں:

"پس انسان کا ظاہری پہلو خلق ہے اور اس کا اندرونی پہلو حقیقت ہے۔ یہی کامل انسان ہے اور یہی تخلیق کا مقصد ہے۔ ان کے علاوہ تمام انسان حیوانی وجود والے انسان ہیں۔ حیوانی انسانوں اور انسانِ کامل کے درجات میں بنیادی فرق یہی ہے کہ حیوانی انسان، انسانِ کامل سے نصف درجے کا حامل ایک عفریت کہلاتا ہے[27]۔"

ابن عربی ہمیں بتاتے ہیں کہ انسان سب کمال کے لیے بنائے گئے ہیں[28]، وہ اس کمال کو مختلف درجات میں ظاہر کرتے ہیں۔ مزید برآں، ابن عربی نے فصوص میں موسیٰ علیہ السلام کے باب کے ایک حوالے سے یہ تجویز کیا ہے کہ کامل انسان اور حیوان انسان کے درمیان فرق ان کے اصل کمال سے آگاہی میں ہے۔ ابن عربی لکھتے ہیں:

"موسیٰ علیہ السلام ایک ایسی شخصیت تھے جن کو المختصر الشریف کہا جائے تو غلط نہ ہو گا کیونکہ وہ ایک کامل انسان تھے اور تمام روحانی اسماء و حقائق ان کی ذات میں جمع تھے۔ ان کی بنا پر ہی وہ دنیا کے لیے ایک روحانی شخصیت بنائے گئے اور ان کے کمال کی بنا پر ہی عروج و زوال کو ان کے لیے مسخر کر دیا گیا تھا۔۔۔ اس لیے کائنات کی ہر چیز انسان کے لیے مسخر کر دی گئی ہے۔ آپ علیہ السلام اس سے باخبر تھے جب کہ حیوانی وجود والے (اسرائیلی) افراد اپنی جاہلیت کی بنیاد پر اس سے لاعلم تھے[29]۔"

چنانچہ کہا جاسکتا ہے کہ ابن عربی کے مطابق عام طور پر تمام انسان کامل ہیں لیکن ان کے درمیان علم و عرفان کی بنیاد پر کاملیت کے درجوں میں فرق ہے۔ جو علم و عرفان کی بنیاد پر اپنی قابلیت اور لیاقت کے ذریعے الہامی اور روحانی حقائق کو پہچان کر تسلیم کر لیتے ہیں ان کا درجہ کامل ترین انسان کا ہے جب کہ اس سے محروم لوگ انسانِ حیوان کہلاتے ہیں۔

دوسرا موقف: انبیاء واولیاء کی کاملیت

فصوص کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن عربی کے مطابق تمام انبیاء کاملیت کے اعلیٰ معیار پر فائز ہیں۔ان کے مطابق جن 27 انبیاء کے لیے انھوں نے پورا باب مختص کیا ہے وہ سب حکمت کی ایک الگ قسم کی عکاسی کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔آدم علیہ السلام حکمیت الٰہیہ ، موسیٰ علیہ السلام حکمت العلویہ اور نبی اکرم ﷺ حکمتِ فردیہ کی مثال ہیں[30]۔اس طرح تمام انبیاء اپنے روحانی خصائص کے حوالے سے اپنے مظاہر کی بنیاد پر کامل ترین انسان قرار پاتے ہیں[31]۔فصوص کی شرح میں القاشانی اسی نکتہ کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ہر پیغمبر کا ایک درجہ کمال ہے۔اس میں علم و حکمت کی وہ تمام صورتیں ہیں جو اس کے رب کے اسمِ اعظم کی وحدانیت میں یکجا ہیں۔اس لیے ہر پیغمبر کے دل میں موجود روحانی جوہر اللہ تعالیٰ کی حکمت کا محل ہے اور جو بھی اس جوہر کی جانب مائل ہو گیا وہ اللہ کی حکمت کو سمجھ گیا۔توجہ اور جوہر کے مابین تعلق کی مناسبت سے ہی اس کو اس نام سے پکارا گیا ہے[32]۔"

اسی طرح بعد میں القاشانی ہمیں اپنی شرح میں بتاتے ہیں:

"تمام انبیاء روحانی، نورانی اور آسمانی حقیقتوں کے مظاہر ہیں[33]۔وہ سب تعینات الکلیۃ کے مالک ہیں[34]۔"

ان جملوں سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام انبیاء روحانی اسماء اور صفات وجود کے جملہ اوصاف کے حامل ہونے کی بنا پر کامل ترین انسان ہیں۔زیر غور نکتہ یہی ہے کہ القاشانی نے اپنے قارئین کے سامنے یہ رائے رکھی ہے کہ ہر پیغمبر کے ہاں کاملیت کا ایک مخصوص مرتبہ ہے۔اس سے یہ تاثر ملتا ہے کہ انبیاء کے مابین بھی فرق مراتب ہے جس سے ہر پیغمبر کے ہاں ایک مخصوص حکمت نظر آتی ہے۔اس فرق کا تعین بھی انبیاء کے ساتھ منسوب حکمتوں کے پسِ منظر میں کیا جا سکتا ہے۔القاشانی نے عزیر علیہ السلام کے باب کی تشریح میں اس پر سیر حاصل بحث کی ہے۔وہ لکھتے ہیں:

"تاہم وہ انبیاء اپنے اندر موجود روحانی ناموں کے اعتبار سے مختلف ہیں۔یہ اختلاف کی وجہ ان کے ادراک کا فرق اور ان کے انسانی مزاج اور توازن (الامزجۃ والاعتدالات الانسانیۃ) کی بنا پر ہے[35]۔"

انبیاء کے درمیان یہ تنوع ہمیں یہ سوال پیدا کرتا ہے کہ کیا تمام انبیاء درحقیقت مکمل معنوں میں کامل انسان ہیں؟ بہر حال، یہ درست ہے ۔اس کی وجہ یہ ہے کہ ابن عربی بعض انبیاء کے لیے ایسے روحانی مقامات کو متعین کرتے ہیں جو کامل کے مقام سے متصل ہیں۔لیکن انھوں نے تمام انبیاء کو ایک ہی مقام پر فائز ثابت کیا ہے۔ان کے مطابق انبیاء کے بعد خلفاءِ راشدین اور کئی صوفیا مثلاً بایزید بسطامی وغیرہ بھی کامل ترین انسان بننے کی صلاحیت کے حامل ہیں۔اس سے دو ممکنہ نتائج اخذ کیے جا سکتے ہیں: یا تو کامل انسان کی حیثیت صرف انبیاء تک محدود نہیں ہے، یا پھر ہمیں اپنے اس فہم پر نظر ثانی کرنی ہوگی کہ 'نبی' کون اور کیا ہے۔

عمومی نبوت اور تشریعی نبوت کا تصور

ابن عربی اس ضمن میں دوسرے طریق کا انتخاب کرتے ہیں۔ چنانچہ انھوں نے دو قسم کی نبوت کا ذکر کر کے ان دونوں کے مابین تفریق کی ہے۔

ان کے مطابق نبوت کی پہلی قسم تشریعی خصائل والی نبوت ہے۔ یہ ان انبیاء کے پاس ہوتی ہے جو نئی شریعت کے ساتھ مبعوث کیے جاتے ہیں۔ اسلامی تراث میں اسی کو الرسالہ کہا جاتا ہے۔ ابن عربی فرماتے ہیں:

"نبوت کی یہ قسم نبی اکرم ﷺ کی وفات پر مکمل ہو گئی تھی۔ اسی لیے آپ ﷺ کو خاتم النبیین کہا جاتا ہے[36]۔"

نبوت کی دوسری قسم النبوۃ العامۃ ہے۔ اس نبوت کے ساتھ نئی شریعت نہیں ہوتی ہے البتہ اس نبوت سے سرفراہونے والے انبیاء پر بھی اللہ تعالیٰ کی جانب سے وحی نازل ہوتی ہے۔ ابن عربی کا تصورِ نبوت عامہ اور تصور ولایت یہاں مماثل معلوم ہوتے ہیں۔ قابل ذکر بات یہ ہے کہ ابن عربی کی نظر میں "نبوت" کی یہ شکل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بھی جاری ہے اور درحقیقت قانون سازی (تشریع) سے بالاتر ہے۔ حالانکہ قانون سازی کرنے والے انبیاء دوسرے انبیاء سے اس حقیقت کی وجہ سے افضل ہیں کہ وہ دونوں قسم کی نبوت کے مالک ہیں[37]۔ فتوحات میں ابن عربی اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ہمارے عہد میں اللہ کے ایسے عظیم بندے (الاکابر من عباد اللہ) ہیں جو نبوت کے دور میں انبیاء کے مناصب پر ہوتے۔ یہ منقطع ہو جانے والی النبوۃ العامۃ ہے کیونکہ قانون سازی والی (تشریعی) نبوت نبی اکرم ﷺ پر مکمل ہو گئی تھی[38]۔"

یہی وہ مرحلہ ہے جہاں ابن عربی کے تصورِ ختم نبوت کو سلف و حلف کے تصور ختم نبوت کے ساتھ متصادم و متعارض محسوس کیا جاتا ہے۔ لیکن ابن عربی کے پیش کردہ انسان کامل کے تصور کو سمجھنے میں ان کے نبوت عامہ اور تشریعی نبوت کے تصور سے استفادہ کیا جا سکتا ہے۔ اگر کاملیت انبیاء کی صفت ہے تو پھر عام نبوت عامہ اور تشریعی نبوت، دونوں کے حامل انبیاء انسان کامل بننے کے اہل ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ابن عربی اور ان کے شارحین کے مطابق انبیاء اور اولیاء اللہ، دونوں ہی کاملیت کے درجے پر فائز ہو سکتے ہیں لیکن انبیاء خدا کی جانب سے پہلے ہی اس منصب کے حامل ہیں جب کہ اولیاء کو سعی و کاوش کے ساتھ یہ مقام حاصل کرنا پڑتا ہے۔

القناوی اپنے عہد کے ایک فلسفی نصیر الدین الطوسی (م:1274) کے ساتھ اپنی خط و کتابت کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

"کامل اور مکمل وہ لوگ ہیں جو حضرت محمد ﷺ کے بھائی اور خلفاء ہیں[39]"۔ وہ مزید اس موضوع پر عروشنی ڈالتے ہیں کہ کس طرح اللہ تعالیٰ ہر عہد اور ہر قوم میں مصلحین کو منتخب فرماتا ہے اور ان کو انبیاء سے موسوم کرتا ہے۔ بعض اوقات ان کو اولیاء اللہ قرار دیا جاتا ہے[40]۔"

اسی طرح القیصری نے قطب کی شناخت کے بارے میں اپنی مذکورہ بالا بحث میں ہمیں آگاہ کیا ہے:

"تشریعی نبوت کے انقطاع کے بعد مصلحین کا ادارہ اولیاء اللہ کے حوالے کر دیا گیا ہے۔اس لیے ہر وقت کوئی نہ کوئی قطب موجود رہتا ہے تاکہ یہ نظام اور انصرام قائم ودائم رہے[41]۔"

ابن عربی نے اپنے آپ کو خاتم الولایۃ کا لقب دیا ہے اور ان کے شارحین نے بھی اس لقب کو ملحوظ رکھا ہے[42]۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے آپ وک نبی اکرم ﷺ کے بعد کامل انسانوں میں سے ایک قرار دیتے ہیں[43]۔چنانچہ ہمیں یہ سمجھ آتی ہے کہ ابن عربی کے مطابق النبوۃ العامہ، النبوۃ التشریعی اور صوفیانہ ولایت، تینوں ہی انسان کی کاملیت کی مضبوط بنیادیں ہیں۔

تیسرا مؤقف: نبی اکرم ﷺ بطور کامل انسان

ابن عربی اور ان کے شارحین کے افکار پر مغربی دنیا میں جن لوگوں نے ابتدائی کام کیا تھا ان میں Toshihiko Izutsu سر فہرست ہیں۔وہ لکھتے ہیں:

"ابن عربی کے مطابق ے تمام انبیاء کامل مجسم ہیں لیکن پیغمبر اسلام ﷺ ان میں ایک امتیازی مقام رکھتے ہیں[44]۔"

ابن عربی سے قبل مسلمان مفکرین نے نبی اکرم ﷺ کو انسان کامل کے طور پر اپنی کتب میں ذکر کرر کھا تھا۔مثلاامام غزالی نے "کیمیائے سعادت" میں انبیاء اور اولیاء اللہ کی تین خاصیات ذکر کی ہیں۔وہ تین خصوصیات مندرجہ مندرجہ ذیل ہیں:

أ. نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر شب بیداری میں ایسی چیزیں منکشف ہوتی ہیں جو عام لوگوں پر خواب میں ہوتی ہیں۔

ب. عام لوگوں کی روحیں محض ان کے اپنے جسم پر اثر انداز ہوتی ہے جب کہ پیغمبر کی روح دوسرے افراد پر بھی اثر انداز ہوتی ہے۔

ت. پیغمبر علم کی ان شاخوں کو بھی جانتے ہیں جو عام لوگوں کو باطنی حقیقت سے متعلق تعلیم کے ذریعے معلوم ہوتی ہیں۔

اس کے بعد لکھا ہے:

"ہمارے نبی ﷺ کی کاملیت کی نوعیت یہ ہے کہ ان میں یہ تینوں اوصاف بدرجہ اتم وکمال موجود تھے[45]۔"

ابن عربی کے مطابق نبی ﷺ کی کاملیت کے دلائل کون کون سے ہیں؟اس کا جواب اس باب میں ملتا ہے جس میں ابن عربی نے نبی اکرم ﷺ کو ذکر کیا ہے نیز دوسری جگہ بھی ملتا ہے جہاں وہ قطب کی بحث کرتے ہیں۔ابن عربی نے وہاں "قطب واحد" کی شناخت "روح محمدی" سے کی ہے[46]۔یہی مؤقف القیصری نے پیش کیا ہے۔ابن عربی کا یہ مؤقف بھی ہے کہ سابقہ انبیاء اور اولیاء میں بھی روح محمدی موجود تھی اور ان کا روحانی مقام ومرتبہ اسی روح کے باعث تھا۔اگر وہ انبیاء یا اولیاء کامل انسان تھے تو نبی اکرم ﷺ کے بعد آنے والے اولیاء بھی روح محمدی کے باعث ہی کامل قرار پاتے ہیں بلکہ وہ پہلوں سے بھی بڑے منصبِ کمال پر فائز ہیں[47]۔

لہٰذا فصوص کے باب "محمد ﷺ" کی رو سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن عربی کے مطابق نبی اکرم ﷺ مکمل اور کامل شخصیت تھے۔اس باب کے عنوان میں ابن عربی نے جس 'حکمت' کی مخصوص شکل نبی اکرم ﷺ کے

ساتھ منسوب کی ہے وہ ہے "انفرادیت" یا "واحدیت"،ابن عربی اس کو فردیۃ سے موسوم کرتے ہیں۔اس باب کی تشریح میں القیصری لکھتے ہیں کہ کامل انسان کی اہم خصوصیت یہ ہے کہ وہ اسماءِ الٰہی کا مظہر ہوتا ہے۔یہ آپ ﷺ کی ذات کا خاصہ تھا اس لیے آپ ﷺ کو مکمل انسان تسلیم کیے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے۔وہ لکھتے ہیں:

"نبی اکرم ﷺ کی حکمت کو "فردیۃ" (واحدیت) کے طور پر بیان کیا گیا ہے کیونکہ وہ ان کو ہمہ جہت مقام کے لیے مخصوص کیا گیا تھا اور اس مقام سے آگے صرف منفرد جوہر کا درجہ رہ جاتا ہے۔نبی اکرم ﷺ اسم اعظم کا ظاہری مظہر ہیں۔اس تفسیر کی تصدیق اس حقیقت سے ہوتی ہے کہ ابن عربی نے اس حکمت کو آفاقیت بھی کہا ہے۔نبی تمام آفاقی اور تفصیلات کو سمجھتے ہیں۔کسی بھی نام میں ایسا کوئی کمال نہیں ہے جو جو آپ ﷺ کے کمال سے نہ لیا گیا ہو یا آپ ﷺ کے کلام سے واضح طور پر ظاہر نہ ہوا ہو[48]۔"

نبی اکرم ﷺ کی ''واحدیت'' کے معنی کی ایسی تشریح ابن عربی کی اپنی دیگر تحریروں کے حوالے سے درست ثابت ہو سکتی ہے۔فصوص میں "ہود علیہ السلام" کے باب میں ابن عربی نے نبی اکرم ﷺ کے خصائص اور کمالات کی بنا پر آپ ﷺ کو "الجامع الکل" قرار دیا ہے[49]۔نیز وہ اس باب کے شروع میں آپ ﷺ کو "**اکمل موجود فی ھذا النوع الانسانی**" سے بھی ملقب کرتے ہیں جس سے آپ ﷺ کائنات کی کل مخلوقات پر افضل قرار دیے جاتے ہیں[50]۔فتوحات کے آخری باب (باب 559) میں بھی ابن عربی یہی اسلوب اختیار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"افضل، برحق اور اقوم آئینہ محمد ﷺ کا آئینہ ہے۔کائنات کی تمام موجودات میں سے کسی میں بھی حقیقت کی تجلی اتنی اکمل نہیں ہے جتنی آپ ﷺ میں ہے[51]۔"

چنانچہ نبی اکرم ﷺ کی کاملیت اور اکملیت کا یہ تصور ابن عربی کے افکار میں نمایاں مقام پر نظر آتا ہے۔اسی لیے الفرغانی کے مطابق ابن عربی نے نبی اکرم ﷺ کیو نہ صرف کامل ترین انسان بلکہ کامل ترین حقیقت (**الاکملیۃ المختصۃ بالحقیقۃ المحمدیۃ**) کے طور پر پیش کیا ہے[52] اسی طرح القاشانی نے بھی صوفیانہ اصطلاحات کی وضاحت میں نبی اکرم ﷺ کو "اختصاصہ بالا کملیۃ" کی رو سے مکمل ترین شخصیت قرار دیا ہے[53]۔فصوص میں اس سوال کے تحت آنے والی عبارت کی تشریح میں القیشری کے شاگرد القاشانی نے بھی نبی اکرم ﷺ کا امتیاز یہی بیان کیا ہے کہ آپ ﷺ ایک مخصوص مخلوق ہونے کے ناتے کامل ترین انسان ہیں۔وہ لکھتے ہیں:

"شیخ ان (نبی ﷺ) کی فردیت کی علت بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ انسانی دنیا کے مکمل ترین فرد ہیں کیونکہ آپ ﷺ کی ذات میں کامل اور جفت وطاق، تمام جامع خصائل ہیں[54]۔"

ایک قابل غور نقطہ یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے لیے ابن عربی اور ان کے شارحین نے آپ ﷺ سے متعلق باب میں انسان کامل کی اصطلاح استعمال نہیں کی ہے۔لیکن ابن عربی نے تکرار کے ساتھ آپ ﷺ کے لیے مالک اور سید ولد آدم

ایسے القابات ذکر کیے ہیں۔انھوں نے قرآن و حدیث کے حوالوں سے ثابت کیا ہے کہ آپ ﷺ کو غیب کی چابیاں عطا فرمانے کے ساتھ ساتھ جوامع الکلم بھی عطا فرمائے گئے تھے[55]۔

خلاصہ

ابن عربی کا اسلامی تصوف میں انتہائی بلند مقام ہے اور اسی لیے ان کو الشیخ ابن عربی سے موسوم وملقب کیا جاتا ہے۔انھوں نے اپنی دو کتب "فتوحات مکیہ" اور "فصوص الحکم" میں کامل انسان کے تصور کو واضح کیا ہے۔ان کے مطابق انسان عمومی طور پر کامل ہے۔اس ضمن میں وہ اپنی کتب میں لفظ "آدم" استعمال کرتے ہیں لیکن اس سے ان کی مراد محض آدم علیہ السلام نہیں ہیں بلکہ اس کلمہ کو وہ عموم کے مفہوم میں پیش کرتے تمام انسانوں کے لیے استعمال کرتے ہیں۔انسان اپنی روحانی مشق کے ذریعے کاملیت کے درجات چڑھ سکتا ہے البتہ یہاں مرد اور عورت کی روحانی کاملیت کے ضمن میں ابن عربی کا مؤقف ہے کہ عورت کی کاملیت کا درجہ مرد سے کم ہے کیونکہ عورت کو خدا نے مرد کا جزو بنا کر پیدا فرمایا ہے۔ابن عربی یہ بھی سمجھتے ہیں کہ عام انسانوں کے علاوہ انبیاء علیہم السلام کی کاملیت بھی قابل توجہ ہے اور عام انسانوں کی کاملیت کے معیار اور منصب دے بڑھ کر انبیاء کی کاملیت ہے۔کاملیت اور اکملیت کے اعلیٰ ترین معیار پر حضرت محمد ﷺ فائز ہیں۔ابن عربی کا مؤقف ہے کہ نبوت کی دو اقسام ہیں۔ان میں سے ایک عمومی نبوت ہے جب کہ دوسری نبوت کو تشریعی نبوت کہا جاتا ہے۔وہ عمومی انبیاء اور نبی اکرم ﷺ کی امت میں موجود اولیاء اللہ کے مابین ربط قائم کرنے کی کوشش بھی کرتے ہیں۔ابن عربی کا مؤقف ہے کہ سابقہ انبیاء واولیاء اور بعد میں آنے والے اولیاء، سب کی کاملیت نبی اکرم ﷺ کے فیضان سے ہی معرضِ وجود میں آئی ہے۔

حواشی وحوالہ جات

1 M. Takeshita, Ibn ‘Arabī’s Theory of the Perfect Human, University of Chicago, (1987), P. 50

2 ابن عربی، فتوحات مکیۃ 2: 391، دار الجیل، بیروت، 1422ھ

3 R. Nettler, Sufi Metaphysics and Qur’ānic Prophets, Islamic Texts Society, Cambridge (2003), Sufi Metaphysics, P. 18.

4 عبد الرحمان بن احمد بن محمد جامی، نقش النصوص فی شرح نقش الفصوص: 70، دار الکتب العمیۃ، بیروت، 1392ھ

5 M. Maimonides, The Guide of the Perplexed, University of Chicago Press, Chicago, (1963), Vol 1, P.40

6 عبد الرزاق القاشانی، شرح معجم اصطلاحات الصوفیہ: 8، دار المنار، قاہرہ، 1992ء

7 داؤد القیصری، شرح الفصوص: 268، کتاب فروشیِ بستان، ایران، 1966ء

8 C. Addas, Quest for the Red Sulphur, Islamic Texts Society, Cambridge ,(1993), P. 87–88

S. Shaikh, Sufi Narratives of Intimacy, University of North Carolina Press, (2012), 99–102.

9 فتوحاتِ مکیہ3: 89

اس عبارت کی جدید نسائی تعبیر کے لیے دیکھیے:

S. Shaikh, In Search of al-Insān, Journal of the American Academy of Religion, (2009), Vol. 4, P. 781–822, 806–809.

10 فتوحاتِ مکیہ 1: 160

☆ابدال کی تعداد چالیس بتائی جاتی ہے۔ابدال سے متعلق ابن عربی کے تصورات کی تفصیل کے لیے دیکھیے:

-سعاد الحکیم، المعجم الصوفی:189-191، دندرۃ للطباعۃ والنشر، بیروت، 1981ء

-قاسم غنی، تاریخ التصوف فی الاسلام:329، ترجمہ صادق نشاۃ، قاہرہ، 1980ء

-جاوید نور بخش، فرہنگِ نور بخش (اصطلاحات تصوف)6: 6 چھاپ خانہِ ماروی، 1371ھ

-ایک جگہ ابن عربی نے ابدل کی تعداد سات بھی بتائی ہے۔(فتوحاتِ مکیہ 1: 160---2: 7)

11 فتوحاتِ مکیہ2: 9

12 نفس مصدر1: 679

13 ابن تیمیہ، فصوص الحکم: 217، مطبع وسن اشاعت نامعلوم

14 کتاب پیدائش، باب2، فقرہ21-22

15 فتوحات مکیہ1: 679

16 عبدالغنی نابلوشی، شرح جواہر النصوص فی حل کلمات الفصوص2: 187، مطبع الزمان، مصر، 1905ء

17 فتوحات مکیہ1: 679

18 نفس مصدر3: 87

19 مقالہ نگار کی معلومات کے مطابق ابن عربی یا ان کے اولین شارحین میں سے کسی نے بھی عورت کے لیے "انسان کامل" کا لقب استعمال نہیں کیا ہے۔

20 Syed Ahmed, What is Islam?, Princeton University Press, (2016), P. 79

21 Sufi Path of Knowledge, 91–94

22 سورۃ بنی اسرائیل17 :20

23 فتوحات مکیہ1: 287

24 ابوزید، ھکذا تکلم ابن عربی: 105-106، دار الثقافی العربی، بیروت، 2006ء

25 فتوحات مکیہ2: 396

26 نفس مصدر3: 437

27 فتوحات مکیہ3: 296

28 فصوص الحکم: 168

29 نفس مصدر: 199

30 فصوص الحکم: 57-58

31 Izutsu, Sufism & Taoism, 236

32 شرح معجم اصطلاحات الصوفیہ:8

33 نفس مصدر: 242

34 شرح معجم اصطلاحات الصوفیہ: 266

35 نفس مصدر

36 سورۃ الاحزاب33 :40

37 فصوص الحکم: 131،63،62

38 فتوحات مکیہ2: 3

39 المراسلات بین صدر الدین القناوی ونصیر الدین الطوسی: 16

40 نفس مصدر: 21

41 القیصری، شرح المقدمہ: 491، مطبع وسن اشاعت نامعلوم

42 المعجم الصوفیۃ: 378-382

43 شرح معجم اصطلاحات الصوفیہ:2

44 Izutsu, Sufism & Taoism, University of California Press, (1984) , P. 236.

45 ابو حامد غزالی، کیمائے سعادت:28، چھاپ خانہِ مرکزی، تہران، 1954ء

46 فتوحات مکیہ1: 151

47 نفس مصدر3: 142

48 شرح معجم اصطلاحات الصوفیہ: 267

49 فصوص الحکم: 110

50 نفس مصدر:212

51 فتوحات مکیہ4: 433

52 الفرغانی، منتہیٰ المدارک1: 41، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 2007ء

53 شرح معجم اصطلاحات الصوفیہ: 162

54 نفس مصدر: 267

55 معجم الصوفیہ: 863-870

ابن عربی یہ بھی لکھتے ہیں کہ جو اسماء آدم علیہ السلام کو سکھائے گئے تھے ان کے مفاہیم اللہ تعالی نے نبی اکرم ﷺ کو سکھائے تھے۔(فصوص الحکم: 214)